

جنگ سے بچنا چاہیے!

ڈونلڈ ٹرمپ کی تقریر کو غور سے سن۔ پچیس منٹ کی اس تقریر کو بعد ازاں انٹرنیٹ پر کئی بارسا۔ اسلیے کہ پاکستان کے حوالے سے اسکی حد درجہ اہمیت تھی اور ہے۔ جب سے امریکی صدر روانٹ ہاؤس میں منتقل ہوا ہے، اس دن سے لیکر آج تک یہ ٹرمپ کا سنبھیجہ ترین خطاب ہے۔ ہمارا سیاسی نظام اور میڈیا کے چند عناصر اس بیانیہ کو "دھمکی" کا رخ دے رہے ہیں۔ وزیر خارجہ کے امریکیں دورہ کے تعطیل کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ہمیں امریکی مدد کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ ایک نکتہ نظر ہے، مگر بین الاقوامی تناظر میں پیچیدہ معاملات اتنی جذباتیت سے حل نہیں ہوتے۔

ٹرمپ کی تقریر ہرگز ہرگز دھمکی نہیں تھی۔ اسلیے کہ طاقت فریق کبھی بھی دھمکی نہیں دیتا۔ اسلیے بھی کہ اسے اپنی طاقت سے بڑھ کر متحارب فریق کی کمزوریوں اور دشواریوں کا بخوبی اندازہ ہے۔ مرعوبیت کے بغیر حقیقت کا عدسه لگا کر معاملات کو پرکھیں تو اصلی تصور سامنے آ جاتی ہے۔ یہ تقریر اپنے جو ہر میں ایک پالیسی بیان ہے۔ اس میں ہر لفظ بے انتہا اہم ہے۔ ہر جملہ کا مطلب ہے۔ یہ الفاظ نہیں ہیں۔ یہ جنوبی ایشیاء کے مستقبل کا بھرپور نقشہ ہے۔ ٹرمپ نے صرف اسکے بنیادی نکات بیان کیے ہیں۔ باقی سب کچھ صدر سے چلی سطح کے اداروں اور اہم افراد نے کرنا ہے۔ تقریر کے جملوں پر غور کیجئے۔ ٹرمپ نے کہا ہے کہ اس فیصلے سے پہلے پاکستان، افغانستان اور ہندوستان کے تناظر میں دہشت گردی کے مسئلہ کو ہر طریقے سے جانچا گیا۔ مہینوں غور و غوض کیا ہے۔ اسکے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ اسکا کیا مطلب ہے۔ امریکی صدر کو باخبر کھنے والے ادارے یعنی سی آئی اے، پینٹا گون، سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، ہوم لینڈ سیکورٹی اور دیگر شعبوں نے افغانستان، پاکستان، ہندوستان اور خلیٰ کے دوسرے ممالک کے متعلق بھرپور بیانکروزی ہیں۔ اداروں کے سربراہان میں مختلف طرح کی آراء بھی سامنے آئی ہوئیں۔ بحث و مباحثہ بھی ہوا ہوگا۔ طویل میٹنگز اور تجزیہ کے بعد ایک رائے بنائی گئی ہوگی۔ اس تقریر کو متعدد بار لکھا گیا ہوگا۔ ایک ایک لفظ پر غور کیا گیا ہوگا۔ طویل بحث کے بعد امریکی صدر نے بذات خود اسے کئی بار پڑھا ہوگا۔ پھر جا کر موجودہ پالیسی بیانیہ سامنے آیا ہے۔ یہ ایک انتہائی دقیق اور کثیر الجہت مسودہ تھا۔ معدرت کے ساتھ، ہمارے انتہائی فوری رویے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قومی قائدین نے اسکو اس باریکی سے نہیں دیکھا، جو کہ اسکا جو ہری تقاضہ تھی۔ تقریر میں کہا گیا کہ پاکستان دہشت گروں کو محفوظ پناہ گا ہیں مہیا کر رہا ہے۔ مزید یہ کہ یہی دہشت گرد افغانستان میں امریکی فوجوں پر حملہ کرتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں۔ پاکستان کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ امریکی مفادات کے ساتھ کھڑا ہوگا یا نہیں۔ مبینہ پناہ گا ہوں کو ختم کر گیا اپنا بھرپور قومی نقصان کروا گی۔ پہلی بار ہوا ہے کہ جوبات در پرده کی جاتی تھی، اسے ایک سُپر پاور کے صدر نے داشگاف الفاظ میں تسلی سے بیان کیا ہے۔ یہ بدلا ہوا اندازِ فکر بے انتہا اہم ہے اور ہمارے ملک کیلئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ تقریر میں ہندوستان کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت قرار دیا گیا ہے اور اسکے ساتھ مضبوط پارٹریشپ کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔ اسے پہلے کہ باقیہ بیانیہ پربات ہو، ہمیں مختار اور غیر جذباتی طریقے سے اپنے معاملات کا جائزہ لینا چاہیے۔ دوبارہ ایک لفظ تکرار سے لکھونگا۔ کمل طور پر غیر جذباتی طریقے سے۔

گزشتہ روز چیز میں سینٹ کا بیان سامنے آیا کہ "اگر ٹرمپ، پاکستان کو امریکی فوجیوں کا قبرستان بنانا چاہتے ہیں تو خوش آمدید"۔ وہ ایک لاٹ اور دیانت دار شخص ہے۔ مگر بیان پر تدبیج ہے، کہا جا رہا ہے کہ ہم اپنے ملک کو امریکی خاکیوں کا قبرستان بنادیں گے۔ کیا مسئلہ اتنا سادہ ہے، جتنا بیان میں کہا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم امریکی فوجیوں سے لڑنے کے اور انہیں نیست ونا بود کر دیں گے۔ مگر کیا کسی نے سوچا کہ اس قبرستان میں ہمارے کتنے شہری دفن ہو جائیں گے۔ ہمیں کتنا جانی نقسان ہو گا۔ ہم کس ہبیت ناک تباہی سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ کیا شام، عراق اور لیبیا کے عام لوگوں کی مشکلات کو سامنے رکھ کر یہ بات کی گئی ہے۔ آج ان ممالک کے شہری کشیوں اور ڈبوں میں بند ہو کر اپنے خطوں سے بھاگ رہے ہیں۔ کوئی مسلمان ملک انکی مدد کرنے والیں آرہا۔ ہاں، ایک انتہائی تلخ بات عرض کروں گا۔ مجھے تین سال قبل ایک حد درجہ محترم پاکستانی سفیر نے بتایا کہ جب شام میں لوگ جنگ سے بچنے کیلئے اُردن اور دیگر ممالک کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، تو سب سے پہلے وہاں برادر ملک، سعودی عرب سے متمول لوگ پہنچے۔ انکا مقصد کوئی امداد دینا نہیں تھا۔ پناہ گزینوں کے جھتوں میں شادی کیلئے نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں کی تلاش میں آئے تھے۔ اسکے آگے عرض نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ سچا بیان بے حد مشکل ہیں۔ یعنی کیا واقعی اب ہم امریکہ کے ساتھ جنگ کریں گے اور خطہ اپنے اور انکے لیے قبرستان بنادیں گے۔ ذیلی سوال ہے کہ کیا ہمارے چاروں صوبوں نے کبھی بھی اپنے علاقوں میں بھر پور جنگ دیکھی ہے۔ کیا لاہور، پشاور، کوئٹہ اور کراچی میں غیر ملکی فوجیوں کے ساتھ گھمیاں کا معركہ ہوا ہے۔ صاحبان، قطعاً نہیں۔ درست ہے کہ دہشت گردی کی جنگ جاری ہے۔ مگر اس میں اور ایک بھر پور جنگ میں بہت زیادہ فرق ہے۔ ہمارے جوانوں کے خلاف بارودی سرگزیں استعمال ہو رہی ہیں۔ اسلحہ سے فائز ہو رہی ہے۔ ہمارے عسکری ادارے اور پولیس بے مثال قربانیاں دے رہی ہیں۔ مگر کیا کوئی دشمن طاقتور نیوی ساحلوں پر ہمارے خلاف جنگ میں مصروف کار ہے۔ کیا غیر ملکی ائمہ فرس کے نظر نہ آنے والے طیارے ہمارے شہروں پر کارپٹ بمباری کر رہے ہیں۔ کیا دنیا کی طاقتور ترین فوج ہمارے شہروں اور محلوں پر حملہ کر رہی ہے۔ نہیں قطعاً نہیں۔ خدارا، معاملات کو گھرائی سے دیکھیے۔ خدا ناخواستہ اگر ہمارے خلاف کوئی جارحانہ جنگ ہوئی تو ہم دہشت گردی والے معاملات کو بھول جائیں گے۔ اس وقت چیز میں سینٹ جیسے قد آور اور ذہین سیاستدان کو بہت زیادہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔ ہمارا اولین مقصد جارحیت سے ہر قیمت پر بچنا ہے۔ اسی میں ہماری قومی بھلاندی ہے۔

ٹرمپ کی تقریبے واضح کر دیا ہے کہ امریکہ اور اتحادی ملکوں میں پاکستان کے متعلق یکسوئی سے منفی سوچ موجود ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ سوچ صحیح ہے یا غلط۔ مگر دنیا میں ہمارے ملک کے متعلق دہشت گردی کے حوالے سے ایک مضبوط منفی روایہ ہر جگہ موجود ہے۔ اسکا ادراک پاکستان میں قدرے کم ہے۔ مگر جیسے ہی بین الاقوامی سطح کے کسی فورم، ورکشاپ یادورہ پر جاتے ہیں، یہ معاملہ ضرور آپکے سامنے آ جاتا ہے۔ مہذب اقوام اپنے گلے شگوے ایک خاص ڈھنکے چھپے انداز میں کرتی رہی ہیں۔ مگر ٹرمپ نے لگی لپٹی بغیر ہروہ بات کھل کر بیان کی ہے، جو اکثر ممالک کے ذہن میں ہیں۔ دوبارہ گزارش کروں گا کہ صحیح یا غلط پر بات نہیں کر رہا۔ مگر ہمارے ملک کا قسمتی سے مجموعی تاثر ایک دہشت گردی کے معاون کا رکاسا ہے۔ حقائق کی طرف آئیے۔ پاکستان جیسے لبرل ملک میں دہشت گردی لانے والے ملکوں میں بذات خود امریکہ سرفہرست ہے۔ مگر کیا سعودی عرب اور چند دیگر ممالک کے کردار کو بھولا جاسکتا ہے۔ ۹/۱۱ میں

صرف سعودی شہری شامل تھے۔ مگر نشانہ پر ہم اور افغانستان آگئے۔ سعودی عرب کے سابقہ امریکی انتظامیہ سے بے حد تلخ تعلقات تھے۔ اہم ذرائع ذکر کرتے تھے کہ سعودی عرب شدید انوری اور یروںی مسائل کا شکار ہو چکا ہے۔ مگر ٹرمپ کے حالیہ دورے نے سعودی عرب کی حد تک تمام منفی معاملات ختم کر دیے ہیں۔ تیل کی دولت اور اس سے جڑے ہوئے اربوں ڈالر کے ہتھیاروں کے معابدوں نے باراک ابامہ کے زمانے کی انتظامی سوچ کو بدل دیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ سب کچھ کرنے کے بعد برادر ملک مکمل طور پر معصوم ہے اور پاکستان کو کٹے کٹھے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ غیر معمولی بات نہیں ہے۔ کیا ہم اس دشوار معاملہ پر سوچنے اور بات کرنے کیلئے تیار ہیں۔ سادگی ملاحظہ کیجئے، کہ اب ہم انہی کے در پر جا بیٹھے ہیں جنہوں نے ہمارے خوبصورت ملک کو آتش فشاں میں تبدیل کیا ہے۔ خیر ایران کا بھی ہمارا ان دوری خلفشار بڑھانے میں خوب کردار ادا کر رہا ہے۔ فرقہ وارانہ جنگ میں دونوں متحارب فریق برابر کے قصور وار ہیں۔ مگر سوچیے، اصل قصور کس کا ہے۔ ان مقتدر اداروں کا، جنہوں نے مالی فوائد کیلئے اس ملک کو جنگ کا تھیڑ بنا دالا۔ جہاں اور جب بھی موقعہ ملتا ہے، یہ بالواسطہ جنگ ہم پر حاوی کر دی گئی ہے۔ جرم تو ہمارا ہے، کہ ہم دوست نمادشمن ملکوں کے طفیلی بن گئے اور خود کو تباہ کر دالا۔ اب وقت ہے کہ اپنی قومی پالیسی انتہائی سمجھداری سے مرتب کریں۔ مگر مجھے کچھ بھی ایسا ہوتا بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔

ٹرمپ نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ اپنی فوجی طاقت کے بل بوتے پر کسی بھی جگہ، کسی بھی وقت حملہ کر سکتا ہے۔ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ پاکستان کے کسی بھی قبائلی، شہری یاد بہاتی علاقہ کو نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ فوری فوائد کیلئے مہلک ترین اسلحہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کیا واقعی ہم اسکے لیے تیار ہیں۔ کس قیمت پر، سوال یہ بھی ہے کہ کس کیلئے قرضوں میں ڈوبے ہونے کے باوجود ہم سینہ تان کر کرہے رہے ہیں کہ ہمیں امریکی یا غیر ملکی امداد بالکل نہیں چاہیے۔ امداد کو تو چھوڑ دیجئے۔ اگر ورلڈ بینک، آئی ایف ہمیں دیے گئے قرضے ہی واپس مانگ لیں تو ہم ڈیفالٹ کر جائیں گے۔ ہماری اقتصادی کمزوری اس درجہ ہے کہ بین الاقوامی اقتصادی اداروں کے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ مگر ظاہریہ کیا جا رہا ہے کہ مسئلہ ہی کوئی نہیں۔ ہمیں تو امداد چاہیے ہی نہیں۔ ہمارا مقتدر طبقہ کس دنیا میں رہ رہا ہے اور حقیقت سے اتنے دور کیوں ہے۔ اس نازک وقت پر اس مشکل سوچ سے ہمیں کتنا فائدہ ہو گا۔ یہی سب بہت اہم سوال ہیں۔ زندہ قوموں کی زندگی میں امتحان آتے ہیں۔ انہیں امتحانوں سے گزر کر قویں فولاد بنتی ہیں۔ مگر مشکل حالات میں جذباتی فیصلے قومی المیوں کو حنم دیتے ہیں۔

سوچنا چاہیے کہ مسئلہ کے بنیادی نکتہ کو کیسے حل کیا جائے۔ کیسے ثابت کیا جائے کہ ارض پاک دہشت گردوں کو پناہ نہیں دے رہی۔ عسکری اور سیاسی عنصر کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے۔ اپنا کیس تمام شواہد کے ساتھ دنیا کے ہر اہم فریق کے سامنے رکھنا چاہیے۔ اگر ماضی میں ہم سے قومی سطح پر غلطیاں ہوئی ہیں تو ان سے خوش ہونے کی بجائے ٹھٹھے طریقے سے اس خوفناک مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔ اس وقت امریکہ کے ساتھ حد درجہ ڈائیاگ، مذاکرات اور پس پر دہ ڈپلومیسی کی ضرورت ہے۔ پہلے سے بہت زیادہ۔ نیٹونے بھی ٹرمپ کے بیانیہ کی تائید کر دی ہے۔ ہمارا کیس بہت مضبوط ہے۔ اسے موثر طریقے سے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عملی اقدامات بھی دنیا میں ہماری قدر و منزلت بڑھا سکتے ہیں۔ ہماری حکمت عملی بے حد سادہ ہونی چاہیے کہ ہمیں ہر قیمت پر جنگ سے پچنا ہے۔

راوِ منظر حیات